سید اکرام الحق جاوید

کلہاڑا...اب کس کے کندھے پر ہے؟

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے امتحانات اور قربانیوں کا سلسلہ اگرچہ طویل ہے تاہم انہیں جن جن صبر آزما مرحلوں سے گزرنا پڑا، اس میں ثابت قدمی پر انہیں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنا خاص دوست بنا لیا۔ ''خلیل اللہ'' کا اعزاز اس رب نے انہیں بخشا جو ان کا خالق اور معبود بھی تھا۔ دونوں کی جنس ایک نہ تھی۔ ایک نور السمٰوت والارض اور دوسرا مٹی سے بنائی گئی مخلوق کا خاکی فرد--- لیکن... بے مثال دوستی کی یہ لازوال داستاں آج بھی سرزمین عرب کے سینے پر مرقوم ہے۔

پورا شہر ''میلے'' کی رنگینیوں میں کھویا ہوا۔ ہر مرد اور فرد ''عرس'' کی تقریبات میں مصروف، کہ ایسے میں کسی نے مست الست ہجوم کو جاکر یہ دردناک اور غمگین خبر سنادی کہ لوگو! سنو... کسی نے ہمارے خداؤں کو توڑ تاڑ دیا ہے۔ لوگ تھے کہ فوراً ''جائے حادثہ'' کی طرف لپکے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ سارے خدا اور پوری کی پوری ''طاغوتی دنیا'' زمیں بوس ہوئی پڑی ہے۔ کسی کا بازو ٹوٹا پڑا ہے اور کس کا بوتھا--- کوئی ٹانگ تڑوا کر گرا پڑا ہے اور کسی کی ناک کا ستیاناس ہوگیا۔ ٹریڈ سنٹر کے ملبے کی طرح سب کا تیا پانچا ہوچکا ہے --- لیکن ایک بڑا ''امریکی'' کھڑا ہے۔ گم سُم، دم بخود---- پتھر بنا ہوا--- یہ بت کسی آذر کے فنِ تراشیدگی کا شاہکار ہے۔ کندھے پر کلہاڑا رکھا ہوا ہے۔ چونکہ ایک ہی بچا تھا اس لئے بھی بڑا لگتا تھا اور ویسے قد کاٹھ اور جثے میں بھی بڑا--- ہٹا کٹا--- لمبا تڑنگا............. لگتا ہے کہ ساری کارستانی اسی کی ہے... ''بڑی سرکار'' تو بڑی ہوتی ہے..... آج ہوتا تو پکا ٹھکا ''بابا جی'' ہوتا۔

آذر کے بیٹے کو شک کی بنا پر پکڑ کر لایا گیا۔ اس کے بارے میں سبھی جانتے تھے کہ یہ ''وہابی'' ہے۔ بتوں کو پہلے بھی برا جانتا تھا۔ پوچھا: ابراہیمؑ! یہ تم نے توڑے ہیں؟ تو اس نوجوان نے کہا کہ مجھے کیا پوچھتے ہو؟ ...اُس سے پوچھو! جس کے کندھے پر کلہاڑا ہے۔ ''آلۂ قتل'' تو اس سے ملا ہے۔ تو سب حاضرین نے یک زبان ہوکر جواب دیا کہ اس سے کیسے پوچھیں؟ یہ کوئی بولتا ہے؟؟ تو حضرت ابراہیمؑ نے کہا کہ اگر یہ سارے بولتے نہیں اور کچھ بتا نہیں سکتے تو انہیں خدا کیوں مانتے ہو؟ پھر دعوت دیتے ہوئے کہا

کہ آؤ! اس کو خدا مانو جو اللہ ہے۔ آسمانوں اور زمینوں کا مالک..... جس کا کوئی شریک نہیں، وہ عبادت کے لائق ہے اور وہی الہٰ ہے۔

چونکہ قاتل نے خود اقرار کیا تو بزدل بھی دلیر ہو گئے۔ سزا دینے کا مطالبہ جب ''عوامی آواز'' بنا تو فیصلہ کیا گیا کہ اس کو جلا کر راکھ کر دو۔ چتا بنائی گئی۔ آگ کا الاؤ روشن ہوا۔ پورا شہر ''مجرم'' کو سزا ملتے دیکھنے امڈ آیا..... دوسرا بڑا واقعہ بیٹے کی قربانی کا ہے۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی گردن پر چھری کا چلنا بھی آسمان والے کو بہت پسند آیا۔ آنکھوں سے پٹی کھولی تو باپ کی چھری سے بیٹا نہیں بلکہ جنت سے بھیجا گیا دنبہ ذبح ہو چکا تھا۔ ایک کلہاڑے نے طاغوت اور اس کی سحر انگیزی کا تانا بانا توڑ دیا اور ایک چھری نے قربانیوں کا نیا باب رقم کر ڈالا۔ چنانچہ ''کلہاڑا اور چھری'' باقاعدہ علامت بن گئے۔

سنتِ ابراہیمیؑ ادا کرنے کیلئے آج بھی بت اور سومنات اس بات کے منتظر ہیں کہ کوئی آئے اور ان کو پاش پاش کر دے۔ ہندوستان متحدہ ہوتا اور پاکستان نہ بنتا تو ہر دوسرے گھر میں دیوی اور بھگوان کو توڑا پھوڑا جا سکتا تھا۔ کسی بڑے آشرم میں بڑے بت کے کندھے پر کلہاڑا رکھا جا سکتا تھا۔ مگر پاکستان میں بتوں کی جگہ قبروں اور مزاروں نے لے لی ہے۔ اب کلہاڑا کس کے کندھے پر رکھا جائے؟؟ ہاں البتہ زمانے کے تقاضے زبانِ حال سے پکار پکار کر کہہ رہے ہیں کہ کلہاڑے اور چھری کے ساتھ اب بیلچے کی بھی ضرورت ہے کہ فرمانِ رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کی عملی شکل کو بروئے کار لا کر تصویروں کو برش سے مٹایا جانا ہوگا اور قبروں پر بیٹھے ہوئے مجاوروں کو ڈنڈوں سے بھگانا ہوگا اور قبروں پر تعمیر بتوں کو بیلچوں سے گرانا ہوگا۔ اس طرح شرک کی بیخ کنی، تکذیب اور توبیخ کیلئے کلہاڑا، چھری، ڈنڈا اور بیلچہ چاروں چیزیں درکار ہیں اور علامہ اقبال کے شعر کا مصرعہ ؎ یہ چار عناصر ہوں تو بنتا ہے مسلماں! کے مصداق شرک کسی بھی دور میں محبت، رحم، بھائی چارے اور مروت سے ختم نہیں ہوا۔ مذاکرات کی میز پر قوت اور طاقت کا وجود کامیاب اور نتیجہ خیز مذاکرات کی ضمانت بن جاتا ہے۔ عیدالاضحیٰ ہر سال ہمیں اپنے جذبات، اظہار اور فکر کی قربانی مانگتی ہے۔ وہ لوگ کتنے بدبخت اور بدقسمت ہیں کہ جو ذاتی، گروہی اور مسلکی تعصب میں رسول اکرم ﷺ کے جدامجد حضرت ابراہیمؑ پر درود بھیجنا بھول جاتے ہیں۔ وہ درود ابراہیمیؑ ادا نہ کر کے نہ صرف سنتِ رسول اللہؐ کی نافرمانی کے مرتکب ہوتے ہیں بلکہ وہ حضرت ابراہیمؑ کی ان قربانیوں، جاں فشانیوں اور معرکہ آرائیوں کی تکذیب بھی کرتے ہیں جو اللہ کے حکم پر انہوں نے ادا کیں۔